جناب اظہر جاوید صاحب
لیکچرار شعبہ قانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء ۔ ایک تنقیدی جائزہ

پاکستان کو معرض وجود میں آئے نصف صدی کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن ابھی تک وہ مقصد حاصل نہیں کیا جاسکا جس کیلئے یہ ملک حاصل کیا گیا۔ جدوجہد آزادی میں لاکھوں انسانوں نے بیش بہا قربانیاں پیش کیں ان کے سامنے ایک ہی مقصد تھا کہ ایک ایسا آزاد خطہ ارض حاصل کیا جائے جہاں مسلمان اپنے دین کی تعلیمات کے مطابق آزادانہ زندگی بسر کرسکیں اور ایک ایسی اسلامی فلاحی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں لوگ امن وسکون اور معاشی خوشحالی کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں۔ لیکن نصف صدی گزرنے کے باوجود وہ منزل جس کا خواب برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں نے دیکھا تھا ابھی اتنی ہی دور ہے جتنی کہ ۱۹۴۷ء میں تھی یا شاید اس سے بھی دور!

پاکستان میں برسراقتدار آنے والی ہر حکومت نے اپنے مخصوص مفادات کے تحفظ اور عوام کے استحصال کےلئے ہر حربہ استعمال کیا، کبھی اسلام کے مقدس نام پر عوام کو دھوکہ دیا گیا، کبھی جمہوریت کے خوش کن تصور کا سہارا لیا گیا اور کبھی معاشی خوشحالی کے سبز باغ دکھاکر انہیں بےوقوف بنایا گیا۔ ملک میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کیلئے حکومتی سطح پر کبھی کوئی سنجیدہ اور مخلصانہ کوشش نہ کی گئی اور اگر کبھی کوئی قانون اسلام کے نام پر بنایا بھی گیا تو اس میں حکمرانوں کی اپنی مصلحت یا نام نہاد دانشوروں کی عقل وفہم کو قرآن وسنت کے مسلمہ اصولوں پر ترجیح دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی بھی خاطرخواہ نتائج برآمد نہ ہوسکے۔ اسلامی اقدار اور روایات کا کھلم کھلا مذاق اڑایا گیا، اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ اور انسانی حقوق کے منافی قرار دیا گیا۔ اسلام کو ایک فرسودہ اور عصرحاضر کے تقاضوں کے منافی قرار دیا گیا۔ سودی نظام کے بغیر معاشی اور اقتصادی ترقی کو ناممکن قرار دیا گیا۔ اسلام کے نام پر جو سرکاری ادارے قائم کئے گئے ان پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد کردی گئیں اس طرح ان کی افادیت کو ختم کردیا گیا۔ ملک میں قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا اعلان کیا گیا تو اس کی ابتداء الٹی طرف سے کردی گئی یعنی بجائے اس کے کہ پہلے اسلام کا اقتصادی اور سماجی نظام قائم کیا جاتا، دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جاتا، اسلامی اصولوں پر مبنی اسلامی نظام تعلیم وتربیت سے اصلاح احوال پر توجہ دی جاتی، ملک میں اسلامی سزاؤں کے نفاذ کا اعلان کردیا گیا۔ انیس سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود کسی ایک مجرم کو بھی اس قانون کے تحت سزا

نہ دی جاسکی اور نہ ہی معاشرے سے جرائم کا خاتمہ ہوا ۔ یہ قانون ایک مذاق بن کر رہ گیا ہے بلکہ اس قانون کا جو رعب اور دبدبہ لوگوں کے دلوں میں تھا وہ ختم ہوگیا ہے اور ایک ایسے اندازفکر نے جنم لینا شروع کردیا ہے جس کے مطابق اسلامی قوانین عصرحاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اسلامی سزائیں موجودہ مہذب اور متمدن معاشرے میں نافذ کی جاسکتی ہیں ۔ اس مختصر سے مضمون میں حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء میں موجود چند بڑی خامیوں کی نشاندھی کی جارہی ہے ۔ یہ کوشش اگر ارباب اقتدار کو اصلاح احوال پر مائل نہ بھی کرسکے تو بھی امید ہے کہ تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ کی راہنمائی کے لئے ممد ومعاون ثابت ہوگی ۔ ۱۹۷۹ء میں پاکستان حدود آرڈیننس کے نفاذ کا اعلان کیا گیا ۔ اس آرڈیننس کے نفاذ کا مقصد ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذاور مروجہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کےلئے عملی اقدامات کرنا تھا ۔ یہ قوانین دو وجوہات کی بناء پر دوسرے تمام قوانین سے منفرد وممتاز ہیں ۔ پہلی تو یہ کہ تمام قوانین انسانوں کے وضع کردہ ہیں اس لئے ناقص ہیں اور زمانے کے تغیر وتبدل کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلی ناگزیر ہے جبکہ حدود کے قوانین خالق حقیقی کے وضع کردہ ہیں اس لئے ہر نقص سے پاک اور تمام وقتوں اور تمام زمانوں کیلئے ہیں تاقیامت ان میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے ۔

دوسری وجہ یہ کہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین معاشرے میں امن وامان قائم کرنے ، جرائم کا خاتمہ کرنے اور حکومت کا انتظام چلانے کےلئے بنائے جاتے اور ان قوانین کا انسان کے عقائد اور نظریات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ جبکہ اسلام کے قوانین امن وامان قائم کرنے اور جرائم کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ عبادت کا درجہ بھی رکھتے ہیں ۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : " بے شک حدود کا نفاذ اس طرح عبادت ہے جس طرح جہاد فی سبیل اللہ ۔ مناسب ہے کہ جان لیا جائے کہ حد کا قائم کرنا اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کےلئے رحمت ہے ۔ پس حکمران کوچاہیئے کہ حد کے نفاذ میں سختی کرے اور اللہ کے دین میں نرمی سے کام نہ لے اور حد کو معطل نہ کرے ۔ حدود کے نفاذ میں اس کی نیت اللہ کی مخلوق پر رحم کرنے کی ہوکہ برائیوں کے ارتکاب سے لوگوں کو روکے ، نہ کہ حدود کا نفاذ اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے اور مخلوق خدا پر اپنے آپ کو برتر ثابت کرنے کےلیے ہو ۔

حکمران کی مثال اس والد کے سی ہے جو اپنے بچے کو سرزنش کرتا ہے ۔ پس اگروالد اپنے بچے کو سرزنش نہ کرے تو وہ بگڑجائے گا ۔ یہ سرزنش بچے کے اصلاح احوال کیلئے ہے اس لئے بچے کیلئے رحمت ہے اور حکمران کی مثال اس طبیب کی طرح ہے جو کڑوی دوا پینے کیلئے دیتا ہے تاکہ مریض صحت یاب ہو اور کسی مجرم کو سزا دینا اس طرح ہے جس طرح انسانی جسم سے کسی عضو فاسد کو اس نیت سے کاٹا جاتا ہے کہ

اس کی جان کو بچایا جاسکے۔ اسیطرح حکمران کی نیت عوام کی اصلاح اور معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ، عامتہ الناس کا فائدہ اور ان سے مفاسد کو دور کرنا اور حدود کے نفاذ سے اللہ کی اطاعت اور اسکی خوشنودی مقصود ہو۔ (۱)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان احکامات کو نافذ کرنا اور ان پر عمل کرنا عبادت کا درجہ رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ رب العزت کے احکامات کے مطابق لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے کرنا ایمان کی دلیل ہے جو کہ عبادت کی روح اور اسکی بنیاد ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

" ومن لم یحکم بماانزل اللّٰہ فاؤلیک ھم الکافرون " (۲)

ترجمہ:۔ "اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہ ہی لوگ ہیں کافر"

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: " فلاوربک لایومنون حتیٰ یحکموک فیماشجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً " (۳) ترجمہ: (سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے، پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں کیلئے صرف یہ ہی کافی نہیں ہے کہ وہ اپنے جھگڑوں کے فیصلے اللہ رب العزت کے احکامات اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کے مطابق کرائیں بلکہ ان فیصلوں کو خوشدلی سے قبول بھی کریں۔

مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس ارشاد قرآنی پر عمل کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی شریعت مطہرہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے اس لیے یہ حکم قیامت تک اسی طرح جاری ہے کہ آپؐ کے زمانہ مبارک میں خود بلاواسطہ آپ سے رجوع کیا جائے اور آپؐ کے بعد معاملات کے فیصلہ کیلئے آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے۔ (۴) اس زمین پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے جہاں پر اللہ کے احکامات نافذ ہوں اور ان احکامات کا نفاذ معاشرے کے لئے خیر و برکت ترقی و خوشحالی کا باعث بنتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" حدیعمل بہ فی الارض خیر لاھل الارض من ان یمطروا اربعین صباحاً " (۵)

ترجمہ:۔ (زمین پر ایک حد کا جاری کرنا اہل زمین کیلئے اس سے بہتر ہے کہ ان پر چالیس صبحیں بارش ہوتی رہے)۔ اس کے ساتھ ساتھ حد کا نفاذ مجرم کیلئے کفار کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ گویا کہ اس نے جو گناہ کیا ہے اس کی سزا کے طور پر اگر اس پر حد لاگو کردی گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ادا ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: " من اصاب ذنباً اقیم علیہ حدفھو کفارتہ " (۶)

ترجمہ :۔ (جس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اس پر حد جاری ہوگئی تو یہ اس کا کفارہ ہے)۔ اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے مقصود نہ صرف مجرموں کو سزا دینا بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات پر عبادت سمجھ کر عمل درآمد کرنا ہے اس لئے ان کے نفاذ سے پہلے ان حالات کا پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے جو ان کے نفاذ کیلئے موزوں ہوں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرے میں اللہ کا پیغام لےکر تشریف لائے اس معاشرے میں دنیا جہان کی تمام برائیاں موجود تھیں ۔ شراب نوشی، جوا، زناکاری، قتل وغارتگری، چوری اور ڈاکہ غرض یہ کہ جس بھی برائی کا تصور کیاجاسکتا ہو وہ عرب معاشرے میں موجود تھی ۔ اسلام نے ان تمام برائیوں کو بیک جنبش قلم ختم نہیں کیا بلکہ تدریجاً لوگوں کو ان برائیوں کو ترک کرنے پر مائل کیا اور ان کی تربیت اس طرح کی کہ آخرکار وہ خود دلی طور پر ان برائیوں سے متنفر ہوگئے ۔ اسکی بہترین مثال ہمارے سامنے شراب کی حرمت ہے ۔ شراب کی تدریجی حرمت کے بارے میں تین آیات نازل ہوئی ہیں :

سورۃ البقرۃ میں ارشاد خداوندی ہے :

” یسالونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما “ (۷)
ترجمہ :۔ (تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا، کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے)۔ دوسرے دور میں ایک خاص وقت یعنی ادائیگی نماز کے وقت شراب نوشی سے منع فرمایا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے : ” یایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون “ (۸) ترجمہ :۔ (اے ایمان والو ! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو)۔ تیسرے دور میں حتمی طور پر شراب نوشی کی ممانعت کا حکم نازل ہوا ۔ ارشاد خداوندی ہے : ” یایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون “ (۹)۔ ترجمہ :۔ (اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ) شریعت اسلامیہ نے شراب کے حرام کرنے میں تدریج سے کام اس لیے لیا کہ عمر بھر کی پختہ عادت کو چھوڑ دینا انسانی طبیعت پر انتہائی شاق اور گراں ہوتا ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں :

” العادۃ اشد من فطام الرضاعۃ “ یعنی جیسے بچے کو ماں کا دودھ پینے کی عادت چھوڑنا بھاری معلوم ہوتا ہے اسی طرح انسان کےلئے اپنی کسی عادت مستمر کو بدلنا اس سے زیادہ سخت ہے ۔

جب شراب کی حرمت کا حتمی حکم نازل ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اعلان فرمایا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق جس کے ہاتھ میں شراب کا برتن تھا اس نے اس کو وہیں

پھینک دیا اور جس کے پاس کوئی سبو جام شراب کا تھا اسے گھر سے باہر لاکر توڑ دیا۔ مدینہ میں عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ جب بارش ہوتی تھی تو شراب کی بو اور رنگ مٹی میں نکھر آتا۔ ایک صحابی جو شراب کی تجارت کرتے تھے اور شام سے شراب درآمد کرتے تھے اتفاقاً اس زمانے میں ساری رقم لیکر شراب خریدنے شام گئے ہوئے تھے وہ شراب لیکر واپس ہوئے تو مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کو شراب کے حرام ہونے کی خبر مل گئی۔ یہ خبر ملتے ہی انہوں نے ساری شراب کو ضائع کر دیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ سے پہلے سازگار حالات کا پیدا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر بعد میں کسی وقت یہ حالات قائم نہ رہ سکیں تو سزاؤں کی تنفیذ کو عارضی طور پر معطل کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ایک دفعہ قحط پڑ گیا تو آپ نے چوری کی سزا کو وقتی طور پر معطل فرمادیا کیونکہ ریاست بوجوہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرسکتی تھی اور جب ریاست اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہے تو اسے محض سزاؤں کے نفاذ کا اختیار دینا انصاف کے اصولوں کے منافی ہے۔ موجودہ دور میں جہاں لاکھوں نوجوان روزگار سے محروم ہوں، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے ایک طرف تو ایک ایسے طبقہ کو جنم دیا ہو جسے خود اپنی دولت کا اندازہ نہ ہو اور دوسری طرف ایک ایسا طبقہ ہو جو کہ نان جویں کو محتاج ہو، اخلاقی بے راہ روی سرکاری سرپرستی میں جاری ہو، لوگ اسلامی تعلیمات سے نابلد ہوں اور انہیں اسلامی تعلیمات سے دور رکھنے کے تمام تر لوازمات موجود ہوں ان احوال کی اصلاح کیے بغیر صرف اسلامی نظام جرم وسزا کے نفاذ سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت کی بجائے نفرت کے جذبات ہی پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست اپنے اختیارات اور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے سب سے پہلے عوام کی معاشی اور اقتصادی حالت سدھارنے پر توجہ دے، معاشرے کے اندر تیزی سے پھیلتی ہوئی بے راہ روی کے سامنے مضبوط بند باندھے جائیں۔ جرم کے ارتکاب کی طرف جانے والے راستوں کو بند کیا جائے، عدالتی نظام کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے، ججوں اور ماتحت عملے کو اسلام کے عدالتی نظام کی تربیت دی جائے۔ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے پھر اس کے بعد اسلام کے نظام جرم وسزا کو نافذ کیا جائے تو خاطر خواہ نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔ حدود آرڈیننس کے ذریعے ملک میں پانچ حدود کے نفاذ کا اعلان کیا گیا ہے یعنی حد السرقہ، حد الحرابہ، حد الزنا، حد القذف اور حد الشرب۔ حدود کی تعداد کے بارے میں فقہاء کے تین آراء ہیں: پہلی رائے مطابق جو کہ جمہور فقہاء کی رائے ہے حدود کی تعداد سات ہے۔ (۱۰)
ان میں حد الردۃ، حد الزنا، حد القذف، حد السرقہ، حد الحرابہ، حد الشرب اور حد البغی شامل ہیں۔ دوسری رائے

جوکہ احناف کے بعض علماء اور کچھ مالکی فقہاء کی ہے اس کے مطابق حدود کی تعداد پانچ ہے (۱۱)۔ ان میں حدالزنا، حدالقذف، حدالسرقۃ، حدالشرب اور حدالسکر شامل۔ ان علماء کے نزدیک حدالردۃ، حدالبغی کو حدود میں شاید اس لیے شامل نہیں کیا گیا کہ تاریخ اسلام میں یہ جرائم شاذ ونادر ہی وقوع پذیر ہوئے ہیں اور حدالحرابۃ کا ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حرابۃ کی مختلف صورتوں میں اس کی سزا مختلف ہوتی ہے۔ تیسری رائے جوکہ احناف کے علماء کی ہے کے مطابق حدود کی تعداد صرف چار ہے۔ (۱۲) یعنی حدالزنا، حدالقذف، حدالسرقۃ اور حدالشرب ان کے نزدیک حدالشرب اور حدالسکر ایک ہی حد ہیں اور اس کی مقدار بھی یکساں ہے اگرچہ دونوں کے واجب ہونے کا سبب مختلف ہے۔ لیکن اگر عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھا جائے تو حدالردۃ کا نفاذ انتہائی ضروری ہے بلکہ علماء مسلسل اس کے نفاذ کا مطالبہ بھی کرتے رہے ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت اور مسلمانوں کی معاشی اور اخلاقی کمزوریوں کے پیش نظر اور دین حق کی حفاظت کیلئے یہ لازم ہے کہ ارتداد کو سختی سے منع کیا جائے اور اس کی سزا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " من بدل دینه فاقتلوه " ترجمہ (جو اپنے دین کو تبدیل کرے اسے قتل کردیا جائے)۔ اب ہم حدود آرڈیننس میں حد کی تعریف کا جائزہ لیتے ہیں:

حد کی تعریف:- حدود آرڈیننس حدالسرقۃ کی دفعہ "۲" ذیلی دفعہ "ج" اور حدالزنا کی دفعہ "۲" ذیلی دفعہ "ب" میں حد کی تعریف یوں کی گئی ہے "وہ سزا جس کا حکم قرآن یا سنت میں دیا گیا ہو"

فقہاء کی اصطلاح کے مطابق یہ تعریف نہ تو جامع ہے اور نہ مانع یعنی اس میں جامعیت اور مانعیت کی خصوصیات موجود نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں قصاص کا حکم موجود ہے جوکہ ایک سزا ہے لیکن اہل علم پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قصاص اور حدود میں زمین وآسمان کا فرق ہے، لیکن اگر حد کی یہ تعریف درست مان لی جائے تو پھر قصاص اور حدود میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا حالانکہ اس فرق کو حکومت نے خود بھی واضح کیا ہے اور حدود آرڈیننس کے ساتھ ساتھ " قصاص اور دیت ایکٹ" کے عنوان سے علیحدہ قانون جاری کیا گیا ہے۔ جسے پارلیمنٹ نے باقاعدہ طور پر پاس کیا ہے۔ اس طرح قصاص کا حکم قرآن حکیم میں تو موجود ہے لیکن یہ حدود سے مختلف ہے جبکہ حدود آرڈی نینس کی تعریف کے مطابق قصاص اور حد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح حدالشرب میں فقہاء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ شراب پر حد کی سزا ہے لیکن اس حد کی مقدار کے بارے میں دو آراء ہیں: پہلی رائے کے مطابق شراب نوشی کی حد اسی کوڑے ہیں (۱۴)۔ ان علماء کی رائے کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے

مشورہ دیا کہ اس کی سزا حد کی کم سے کم سزا یعنی اسی کوڑے ہونی چاہئیے ۔ (۱۵)۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حدالشرب کو حدالقذف پر قیاس کیا اور فرمایا : " اذاشرب سکرواذا سکر ھذی و اذاھذی افتری فحدوہ حدالمفتری " (۱۶) دوسری رائے کے مطابق شراب نوشی کی حد ۴۰ کوڑے ہے اور باقی ۴۰ تعزیر ہیں (۱۷)۔ ان علماء کی رائے کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ نے ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کی سزا کے طور پر ۴۰ کوڑے مارے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا ۴۰ کوڑے دی اور حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے ۸۰ کوڑے لیکن میں ۴۰ کوڑوں کو ترجیح دیتا ہوں ، اثر کے الفاظ اس طرح ہیں : " جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابوبکر رضی اللہ عنہ اربعین وعمر رضی اللہ عنہ ثمانین وکل سنة وھذا احب الی " حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

" اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برجل قدشرب الخمر فضربہ بالنعال نحواً من اربعین ثم اتی بہ ابوبکر وصنع مثل ذلک ثم اتی بہ عمر فاستشار الناس فی الحدود فقال ابن عوف اقل الحدود ثمانون فضر بہ عمر رضی اللہ عنہ " (۱۹)۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء نے اس بات پر اختلاف کیا ہے کہ حدالشرب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے ثابت ہے یا اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ۔ اگر ہم حدالشرب کا ثابت ہونا اجماع سے تسلیم کرلیں تو پھر حدود آرڈی نینس کی تعریف کے مطابق حدالشرب حدود میں شامل نہیں ہوسکتی ۔

<u>فقہاء کے نزدیک حد کی تعریف</u> :- فقہاء نے حد کی تعریف کچھ یوں کی ہے :

" وہ مقررہ سزا جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہو" (۲۰)۔ یہ تعریف اتنی مکمل ہے کہ اس سے خود بخود قصاص اور حد کا فرق واضح ہوجاتا ہے ۔ قصاص چونکہ ایک مقررہ سزا ہے انسان کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے اس لیے اس میں معاف کرنے اور صلح کرنے کا اختیار مکمل طور پر مقتول کے ورثاء کے پاس ہوتا ہے اگر وہ چاہیں تو اپنی مرضی سے مجرم کو معاف کردیں یا اس کے ساتھ صلح کرلیں لیکن حدود جوکہ اللہ رب العزت کا حق ہیں انسان کو نہ تو معاف کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ ہی صلح کرنے کا ۔

<u>تعزیر کی تعریف</u> :- اسی دفعہ یعنی دفعہ "۲" کی ذیلی دفعہ " ز" میں تعزیر کی تعریف اس طرح کی گئی ہے : "حد" کے علاوہ کوئی بھی سزا" اسلامی قوانین میں سزا کو تین بڑی قسموں یعنی حد، قصاص اور تعزیر میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ حد اور قصاص گوکہ مقررہ سزائیں ہیں لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے حد کی سزا میں نہ تو معاف کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی صلح کی گنجائش موجود ہے جبکہ قصاص میں مقتول کے ورثاء جب چاہیں

مجرم کو معاف کرسکتے ہیں یا اس کے ساتھ صلح کرسکتے ہیں ۔ حدود کی ایک اور خاصیت یہ بھی ہے کہ حکمران اپنے طور پر اس میں کوئی کم بیشی کرنے کے مجاز نہیں ہیں بلکہ وہی مقدار جو بیان کی گئی ہے اسے نافذ کرنے کے پابند ہیں ۔ جبکہ تعزیز مکمل طور پر قاضی یا حکمران کی صوابدید پر منحصر ہے کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات کے مطابق جو بھی مناسب سمجھے سزا تجویز کرے اس لحاظ سے تعزیر حد اور قصاص دونوں سے مختلف ہے ، لیکن اگر آرڈنینس کی تعریف کو لیا جائے تو حد کے علاوہ جو بھی سزا ہے وہ تعزیر کہلائے گی اس طرح اس تعریف کی رو سے قصاص اور تعزیر میں کوئی فرق نہیں رہا جوکہ سراسر غلط ہے ۔ اس آرڈنینس کے نفاذ سے ایک طرف تو اسلام کے مسلّمہ اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو دوسری طرف عام لوگوں کا یہ یقین بھی متزلزل ہوا ہے کہ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ سے معاشرے سے جرائم اور برائیوں کا مکمل طور پر خاتمہ ہوجاتا ہے اور معاشرہ امن وآشتی کا گہوارہ بن جاتا ہے اور اس کا نظام جرم وسزا ہی وہ واحد نظام ہے جو انسانوں کو امن وسلامتی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے ۔ اس آرڈنینس کی وجہ سے اس غلط تاثر کو بھی تقویت ملی ہے کہ اسلام موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ گذشتہ دو دہائیوں میں ملک میں قتل وغارت گری ، چوری ، زنا ، ڈاکہ اور دوسرے جرائم میں خوفناک حد تک اضافہ ہوا ہے ۔ اس تمام صورتحال کے پیش نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ حدود آرڈنینس کی ان بڑی خامیوں کی اصلاح کی جائے ۔ ملک کے جید علماء اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو اس آرڈنینس کا جائزہ لیکر اس میں مناسب ترامیم تجویز کرے اور ان تجاویز کی روشنی میں اسے دوبارہ مرتب کیا جائے ۔ اس کے نفاذ سے پہلے سازگار حالات پیدا کیے جائیں ۔ عدالتی مشنری میں اسلامی قانون کے ماہر اور تربیت یافتہ افراد کا تقرر کیا جائے ، جو عوام کو قرآن وسنت کی روشنی میں جلد اور سستا انصاف مہیا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ۔ اس سے نہ صرف جرائم کے خاتمہ میں مدد ملے گی بلکہ معاشرہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے بھی معمور ہوگا ۔

حوالہ جات

(۱) السیاسة الشرعیة ص ۹۸ (۲) المائدة: ۴۴ (۳) النساء ۶۵ (۴) تفسیر معارف القرآن ۴۶۱/ ۲ (۵) سنن النسائی کتاب قطع السارق / باب الترغیب فی اقامة الحد / ۸۵ / ۸ سنن ابن ماجه / کتاب الحدود / باب اقامة الحدود / ۸۴۸ / ۲
(۶) مسند امام احمد بن حنبل / حدیث حزیمة بن ثابت / ۲۱۵ / ۸ (۷) البقرة: ۲۱۹ (۸) النساء: ۴۳ (۹) المائدة: ۹۰
(۱۰) المغنی ۱۰۴ / ۸ ، الانصاف ۷۰ / ۱۰ ، حاشیة البجیرلی علی الخطیب ۱۴ / ۴ الامتاع ۱۷۷ / ۲ ، الخرشی ۸/۲ ، حاشیه الاسوقی علی الشرح الکبیر ۲۹۸ / ۴ المحلی ۱۱۸ / ۱۱ (۱۱) بدائع الصنائع ۷/۳۳ ، تبیین الحقائق ۱۶۴ / ۳ ، المدونة الکبریٰ ۱۶/۲۰۲

۱۲) البحرالرائق ۵/۲ (۱۳) صحیح البخاری / کتاب الاعتصام بالسنۃ / باب قولہ تعالیٰ وامرھم شوری بینھم / ۱۲۸ ، ۸ ، ابوداؤد / کتاب الحدود / باب الحکم فیمن ارتد / ۵۲۱ / ۴ ، الجامع الترمذی / کتاب الحدود / باب ماجاء فی المرتد / ۵۹ / ۵۴ سنن النسائی / کتاب تحریم الدم / باب الحکم فی المرتد / ۱۰۴ / ۷ ، ابن ماجۃ / کتاب الحدود / باب المرتد عن دینہ / ۸۴۸ / ۲ (۱۴) المغنی ۳۰۶ / ۸ ، شرح فتح القدیر ۸۳ / ۵ ، البحرالرائق ۲۸ / ۵ ، الخرشی ۱۰۸ / ۵ حاشیۃ الاسوقی علی الشرح الکبیر ۳۵۳ / ۴ ، المدونۃ الکبری ۲۴ / ۱۶ (۱۵) ابوداؤد / کتاب الحدود / باب الحد فی الخمر / ۲۶۷ / ۲ (۱۶) الموطا / کتاب الاشربۃ / باب ماجاء فی حدالخمر / ۱۳۳۲ / ۲ (۱۷) نھایۃ المحتاج ۱۲ / ۸ ، الاقناع ۱۸۷ / ۲ ، المھذب ۲۸۶ / ۲ ، مغنی المحتاج ۱۸۹ / ۴ (۱۸) صحیح مسلم / کتاب الحدود / باب حدالخمر / ۱۳۳۲ / ۲ (۱۹) ابوداؤد / کتاب الحدود / باب الحد فی الخمر / ۴۱ / ۴ ، ابن ماجہ / کتاب الحدود / باب حدالسکران / ۸۵۸ / ۲ جامع الترمذی / کتاب الحدود / باب ماجاء فی حدالسکران ۴۸ / ۴ مسندامام احمد بن حنبل / ۸۲ / ۱ (۲۰) المبسوط ۳۶ / ۹ ، البحرالرائق ۵/۴ ، شرح فتح القدیر ۵/۴ ، بدائع الصنائع ۷/۳۳ ، ردالمحتار علی درالمختار ۱۴۰ / ۵ ، تبیین الحقائق ۱۹۳ / ۳ ، المغنی ۳۰۴ / ۸ حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ۱۴ / ۴ ، الخرشی ۸/۲ ، حاشیۃ الاسوقی علی الشرح الکبیر ۲۹۸ / ۴ الاقناع ۱۷۷ / ۲ ، الانصاف ۷۰ / ۱۰ ، المحلی ۱۱۸ / ۱۱ ۔

(بقیہ صفحہ سے)

ڈاکٹر صاحب نے متعدد انسائیکلوپیڈیا میں بھی مقالات تحریر کئے ہیں ۔ ۱۹۶۵ء میں اردو انسائیکلوپیڈیا " دائرۃ المعارف اسلامیہ" میں بائیس (۲۲) مختلف موضوعات پر مضامین لکھے، اسی طرح فرینچ انسائیکلوپیڈیا میں بھی اسلامی موضوعات پر مضامین سپرد قلم کئے ۔ اردو میں ان کا اسلوب بے تکلف ، سلیس ، سہل اور بھاری بھرکم الفاظ سے پاک تھا۔ مختلف موضوعات اور مختلف زبانوں میں ان کی کتابوں کی تعداد ۱۶۵ اور مقالات کی تعداد (۹۳۸) سے متجاوز ہے۔ ذیل میں صرف ان کی ان عربی کتابوں کی فہرست دی جاتی ہے جنھیں ڈاکٹر صاحب نے ایڈٹ کیا۔

کتاب الانوارلابن قتیبہ ، طبع حیدرآباد ۱۹۵۶ ء انساب الاشراف للبلاذری، ج طبع مصر۱۹۵۹ء الذخائروالتحف للقاضی الرشیدبن الزبیرطبع الکویت ۱۹۵۹ ء مقدمہ فی علم السیر اوحقوق الدول فی الاسلام فی احکام اھل الدمہ لابن القیم ، طبع دمشق ۱۹۶۱ ء ، کتاب النبات للدنیوری ، طبع ۱۹۷۳ء سیرۃ ابن اسحاق المسماۃ بکتاب المبدا والمبعث والمغازی طبع رباط ۱۹۷۶ ء ، صحیفہ ابن ھمام بن منبہ ، طبع بیروت ۱۹۷۹ ء ، کتاب الردۃ ونبذۃ من فتوح العراق للواقدی ۔ طبع پیرس ۔ بیروت ۱۹۸۹ ء کتاب السیرالکبیر للامام محمد بن الحسن الشیبانی طبع حیدرآباد ۱۹۸۹ء۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کا بہترین صلہ اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے ۔ (آمین)

نوٹ :۔ ماہنامہ الحق اور مدیراعلیٰ مولانا سمیع الحق سے ہمیشہ ان کا علمی تعلق جاری رہا ۔ "الحق" کے ہرسطر کو غور سے پڑھتے اور کھل کر تنقید اور تبصرہ یا کسی بھی اہم بات پر معلومات کا اضافہ کرکے بھیجتے جو "الحق" میں مکتوب فرانس یا مکتوب پیرس کے نام سے شائع ہوتا ۔ اس عظیم سانحہ میں دارالعلوم حقانیہ ، ماہنامہ الحق اور مولانا سمیع الحق علمی و تحقیقی دنیا کے ساتھ شریک غم ہے اور مرحوم کے رفع درجات کیلئے دست بدعا ہیں ۔ (ادارہ)